وعظ
حفاظتِ زبان
فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

فہرست مضامین حفاظت زبان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

حفاظت زبان

(۲۲-۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ)

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔

امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم،

﴿وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن ان الشیطٰن ینزغ بینھم ان الشیطٰن کان للانسان عدوا مبینا﴾ (۱۷-۵۳)

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وقولوا قولا سدیدا۝ یصلح لکم اعمالکم ویغفرلکم ذنوبکم ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزًا عظیمًا۝﴾ (۳۳-۷۰،۷۱)

"اور آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو
شیطان لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے واقعۃً شیطان انسان کا صریح دشمن
ہے۔"

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صحیح بات کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال
کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردیگا اور جو شخص اللہ اور اس
کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔"

عام گناہوں کی بنسبت زبان کے گناہوں سے بچنا زیادہ مشکل ہے اور اس کے فسادات بھی دوسرے گناہوں کی بنسبت بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں زبان کی حفاظت کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے:

① میں نے ابھی خطبہ میں پہلے نمبر پر جو آیت پڑھی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے زبان کی حفاظت نہ کرنے سے یوں ڈرایا ہے کہ اس کے ذریعہ شیطان تمہیں تباہ کرنا چاہتا ہے، شیطان کے شر سے ہوشیار رہو۔

② میں نے خطبہ میں جو دوسری آیت پڑھی ہے اس کے شروع میں ہے: یایھا الذین أمنوا۔ اے ایمان والو! اگر تم اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہو تو اپنے عمل سے اس کی تصدیق پیش کرو، وہ کس طرح؟ اتقوا اللّٰہ۔ اللہ سے ڈرو، اس کی نافرمانی چھوڑ دو اور نافرمانی کا سب سے بڑا ہتھیار چونکہ زبان ہے اس لئے تقویٰ کا حکم دے کر اس کے بعد خصوصیت سے زبان کے متعلق تاکید فرمائی: وقولوا قولا سدیدا○ زبان کو غلط طریقے سے استعمال نہ کرو بلکہ ہمیشہ سیدھی اور سچی بات کہو۔ بات زبان پر لانے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو کہ یہ بات آخرت کے حق میں مفید ہوگی یا مضر؟ اسی لئے عقلاء کا قول ہے کہ "پہلے بات کو تولو پھر بولو"۔ جب آپ کی زبان قابو میں آگئی اور اس کی اصلاح ہوگئی تو اس کی برکت سے بقیہ تمام اعضاء کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ اس لئے آگے

ارشاد فرمایا: یصلح لکم اعمالکم۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمادیں گے۔ گویا تمام اعمال کی اصلاح ایک زبان کی اصلاح پر موقوف ہے۔ زبان قابو میں آگئی تو تمام اعمال درست ہو جائیں گے اور پوری زندگی سنور جائے گی۔ مزید انعام یہ کہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمادیں گے۔ آگے ارشاد فرمایا:

﴿ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً۝﴾

یہ تجربہ ہے اور قرآن بھی اس کی شہادت دے رہا ہے کہ زبان کی حفاظت کرنے سے انسان دوسرے بہت سے گناہوں سے بھی بچ جاتا ہے۔ اس لئے آگے اور زیادہ تنبیہ فرمادی کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا ان کی نافرمانیوں سے بچے گا یہ اس کے لئے بہت بڑی کامیابی ہے اس کے لئے دنیا میں بھی سکون اور آخرت میں بھی چین۔

میاں بیوی میں ناچاقی کا سبب:

نکاح کے خطبے میں بھی یہ آیت پڑھی جاتی ہے بلکہ خطبۂ نکاح میں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے (احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی)

اس کی حکمت بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات اگر اچھے رہیں ان کا آپس میں نباہ ہو تو اس کے اچھے اثر دونوں خاندانوں پر پڑتے ہیں۔ جانبین میں محبت بڑھتی ہے۔ سب سکون سے رہتے ہیں اور اگر دونوں میں منافرت اور ناچاقی ہو تو اس کے برے اثر بھی دونوں خاندانوں پر پڑتے ہیں۔ دونوں طرف سے غیبتوں، بدگمانیوں اور عداوتوں کا ایک نہ ختم ہونیوالا سلسلہ چل پڑتا ہے جو آخرکار طلاق پر جاکر منتج ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ ہے کہ اس سارے فساد کو برپا کرنے میں سب سے بڑا دخل زبان کا ہوتا ہے۔ ساس یا بہو دونوں میں سے ایک کی طرف سے ابتداء ہوتی ہے پھر

دونوں کی زبانیں چل پڑتی ہیں اور قینچی کی طرح چلتی رہتی ہیں۔ آخر بات بڑھتے بڑھتے دونوں خاندانوں کو لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ نتیجۃً دنیا بھی تباہ آخرت بھی برباد۔ اسی فتنہ کی جڑ کاٹنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبۂ نکاح میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے جس میں حکم ہے: قولوا قولا سدیدًا۔ زبان سے ہمیشہ درست اور اچھی بات کہو۔ زبان بگڑ گئی تو ساری زندگی بگڑ جائے گی۔ جس سے صرف میاں بیوی کی ازدواجی زندگی ہی نہیں بلکہ دونوں کے خاندان بھی متاثر ہوں گے اور اتنا بڑا فساد برپا ہوگا جو دونوں خاندانوں کی دنیا و آخرت لے ڈوبے گا۔ اس عظیم فتنہ کا واحد علاج یہ ہے کہ زبان کو قابو میں کرلو ہربات پہلے تولو پھر بولو۔

③ ولقد خلقنا الانسان ونعلم ماتوسوس به نفسه ونحن اقرب اليه من حبل الوريد○ اذيتلقى المتلقين عن اليمين وعن الشمال قعيد○ مايلفظ من قول الالديه رقيب عتيد○ (۵۰-۱۶تا۱۸)

اللہ تعالیٰ دل کی باتیں بھی جانتے ہیں مگر قانونی کاروائی کے مطابق لکھنے کے لئے دو فرشتے بھی متعین فرمادیئے۔

انسان جو لفظ بھی بولتا ہے اسے لکھنے کے لئے اور اس کی ہربات کو محفوظ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں متعین ہیں، جیسے ہی کوئی اچھی یا بری بات زبان سے نکالتا ہے، فرشتہ فوراً اسے لکھ کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کرلیتا ہے۔ دائیں طرف والا فرشتہ اچھی باتیں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا بری باتیں لکھتا ہے۔ اس پر تنبیہ فرمادی کہ انسان کہیں اس غلط فہمی میں نہ رہ جائے کہ وہ جو کچھ بول رہا ہے یہ باتیں یونہی ہوا میں اڑ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان کا علم نہیں، ایسا نہیں بلکہ اس کی ہر بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کے مقرر کردہ فرشتے ساتھ ساتھ لکھتے جارہے ہیں ہربات کا آخرت میں حساب دینا ہوگا اس پر جزاء و سزا مرتب ہوگی۔

زبان کے گناہ اور اس کے فسادات باقی تمام اعضاء کے گناہوں سے بڑھ کر ہیں پھر

زبان کے گناہوں سے بچنا ہے بھی مشکل کام، موقع بے موقع انسان کی زبان چلتی رہتی ہے، بسا اوقات بڑی خطرناک اور تباہ کن باتیں زبان سے نکل جاتی ہیں۔ مسلمان کہلاتے ہوئے کفر تک بکنے لگتا ہے، مگر اسے محسوس تک نہیں ہوتا کہ زبان سے کیا کچھ نکال رہا ہے؟ اور اپنی بد زبانی کی وجہ سے کہاں سے کہاں پہنچ چکا؟

اعضاء کی گواہی:

زبان کے فسادات اور اس کی تباہ کاریاں چونکہ حد سے بڑھ کر ہیں اور مسلمانوں کی اکثریت ان میں مبتلا ہے، اس لئے قرآن اور حدیث میں اس پر بار بار تنبیہ کی گئی اور سخت سے سخت وعیدیں سنائی گئیں۔

④ یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون ۝ یومئذ یوفیھم اللّٰہ دینھم الحق ویعلمون ان اللّٰہ ھو الحق المبین ۝

(۲۴-۲۵:۲۴)

فرماتے ہیں کہ دنیا میں انسانوں کی زبانیں جو کچھ بولتی رہتی ہیں اور ان کے ہاتھ جو کچھ کرتے ہیں اسی طرح پاؤں جو کچھ کرتے ہیں ان تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قوت گویائی دیں گے پھر یہ اعضاء اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی اپنی حرکات اور اپنے اپنے فسادات کی از خود شہادت دیں گے کہ ہمارے ذریعہ یہ یہ کام کئے گئے اور یہ یہ فسادات برپا کئے گئے پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے کئے کی پوری پوری سزا دیں گے۔ اس لئے قرآن اور احادیث میں بار بار تنبیہ کی جارہی ہے کہ دنیا میں مہلت ہے ابھی سے سنبھل جاؤ، ابھی سے سدھر جاؤ وہ وقت آنے والا ہے اس سے پہلے پہلے توبہ کرلو اور اپنی اصلاح کرلو ورنہ کل قیامت کے روز تمہارے اپنے اعضاء ہی تمہارے خلاف گواہ ہونگے۔ یہ اعضاء خود اپنے بارے میں اعتراف کریں گے کہ ہم دنیا میں یہ کچھ کر کے آئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر سچی گواہی کیا ہو سکتی ہے کہ مجرم خود اپنی زبان سے جرم کی

شہادت دے۔ یہی مضمون قرآن میں دوسری جگہ اس سے بھی واضح ترین الفاظ میں مذکور ہے، فرماتے ہیں:

⑤ ویوم یحشر اعداء اللّٰہ الی النار فھم یوزعون ۞ حتی اذا ما جآؤھا شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم بما کانوا یعملون ۞ وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا انطقنا اللّٰہ الذی انطق کل شیء وھو خلقکم اول مرۃ والیہ ترجعون ۞ (۴۱-۱۹تا۲۱)

فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے ہاں پیشی ہوگی اور حساب شروع ہوگا تو انسانوں کے کان، ان کی آنکھیں اور کھالیں خود شہادت دیں گی کہ اس شخص نے ہمارے ذریعہ سے یہ یہ گناہ کئے تھے یہ منظر دیکھ کر ان لوگوں کو بڑا تعجب ہوگا کہ یہ بے زبان اعضاء کیسے بول رہے ہیں؟ اپنے اعضاء پر غصہ آئے گا اور اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم آج کیسے بولنے لگیں؟ وہ جواب دیں گی کہ اللہ تعالیٰ نے آج ہمیں قوت گویائی دے دی اس پر تعجب کیا ہے؟ وہ اللہ جس نے ہر چیز کو قوت گویائی دی ہے کیا وہ اللہ اس پر قادر نہیں کہ ہمیں بھی قوت گویائی دیدے اسی نے ہمیں بھی قوت گویائی دی ہے اور ہم تمہارے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں: وھو خلقکم اول مرۃ والیہ ترجعون۔ وہ اللہ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا وہ اس پر بھی قادر ہے کہ پھر دوبارہ تمہیں پیدا کرے قبروں سے تمہیں نکال کر حساب لے. کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے اپنی اصلاح کرلو. ایک اور آیت بھی سن لیجئے جس میں زبان کی حفاظت نہ کرنے پر سخت وعید ہے، فرمایا:

⑥ تحسبونہ ھینا وھو عند اللّٰہ عظیم ۞ (۲۴-۱۵)

یہ آیت کسی پر بہتان لگانے کے بارے میں ہے زبان کے بے شمار گناہوں میں سے ایک انتہائی خطرناک اور مہلک گناہ، بہتان تراشی ہے کہ کسی بے گناہ اور بے قصور

انسان پر ناجائز تہمت لگادی جائے کہ یہ اس گناہ میں مبتلا ہے، اس کے متعلق فرمایا: تحسبونہ ھینا۔ کہ تم تو سمجھتے ہو کہ ایسے ہی معمولی سی بات ہے یونہی ذرا سی بات سمجھ کر زبان سے چلتی کردی مگر تمہیں کیا معلوم؟ وھو عند اللہ عظیم۔ جسے تم لوگ خاطر میں نہیں لارہے اور معمولی بات سمجھ کر یونہی اڑا رہے ہو وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے، بہت بھاری اور بڑی مہلک، اس کی حقیقت قیامت میں کھلے گی جب اس کا وبال سامنے آئے گا۔ انسان غفلت اور بے فکری میں کیا کیا کہہ جاتا ہے۔

یہ آیت سورہ نور کی ہے، میں نے اس مقام سے صرف ایک آیت پڑھی ہے ورنہ اس پورے رکوع میں کسی پر بہتان لگانے پر سخت وعیدوں کا بیان ہے۔

⑦ یایھا الذین اٰمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ھم الظلمون۞(۴۹-۱۱)

اس آیت میں زبان کے تین بہت بڑے گناہوں کا بیان ہے:

❶ کسی کا مذاق اڑانا۔

❷ کسی کو طعنہ دینا۔

❸ کسی کو کوئی برا لقب دینا۔

آخر میں ان گناہوں سے توبہ نہ کرنے والوں کو سخت وعید سنائی: فاولئک ھم الظلمون۔

⑧ یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب حکیم۞(۴۹-۱۲)

اس آیت میں بھی زبان کے تین بہت بڑے گناہ بتائے:

❶ بدگمانی کرنا۔
❷ تجسس کرنا۔
❸ غیبت کرنا۔

پھر ایسے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت عذاب سے ڈرایا ہے۔

⑨ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کبھی انسان زبان سے ایک برا کلمہ نکالتا ہے اسے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اس کا انجام کیا ہے؟ اس کی نحوست سے قیامت تک کیلئے اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب لکھ دیا جاتا ہے (موطأ مالک، احمد، ترمذی)

⑩ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان سے ایک بات صادر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ایسا کلمہ کہہ دیا کہ اگر وہ سمندر میں ڈال دیا جائے تو اس کا پورا پانی خراب کردے (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

⑪ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دین کے ارکان اور دوسرے بہت سے احکام بتانے کے بعد ارشاد فرمایا: کیا اب تمہیں ان احکام کا لب لباب اور ان کا اہم ترین جزء نہ بتادوں؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑلی اور فرمایا:

﴿کف علیک ھذا﴾

"اسے اپنے قابو میں رکھو۔"

غلط جگہ استعمال نہ ہونے دو۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعجب سے پوچھنے لگے: یارسول اللہ! کیا ان زبانی باتوں پر بھی ہم سے مؤاخذہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معاذ! تمہیں تمہاری ماں گم کرے (کلمۂ تنبیہ ہے) قیامت کے دن زبانوں کی کھیتیوں کی وجہ سے لوگ اوندھے منہ جہنم میں پھینکے جائیں گے۔"

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

یہ زبان سے نکلی ہوئی باتیں جنہیں لوگ کوئی اہمیت نہیں دیتے بے سوچے سمجھے بولتے رہتے ہیں ان باتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصائد السنتھم سے تعبیر فرمایا کہ یہ زبانوں کی کھیتیاں ہیں جو وہ دنیا میں بو رہے ہیں اور آخرت میں جا کر ان کا پھل پائیں گے۔ پھر زبان کی وجہ سے جہنم میں جانے والوں کا انجام بھی کیا ہوگا کہ دوسرے عام جہنمیوں کے برعکس یہ اوندھے منہ جہنم رسید کئے جائیں گے۔

(۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاخر فلیقل خیرًا اولیسکت (متفق علیہ)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ بولے تو اچھی بات بولے اور اگر کوئی اچھی بات ذہن میں نہیں آتی تو خاموش رہے بولے ہی نہیں۔

اس حدیث کی تعمیل کے لئے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی انگوٹھی پر یہ جملہ کندہ کروا رکھا تھا:

﴿قل الخیر والا فاسکت﴾

کہو تو اچھی بات کہو بھلائی کی بات زبان سے نکالو ورنہ خاموش رہو۔ کوئی اچھی بات نہیں سوجھتی تو رہنے دو تمہارے بولنے سے نہ بولنا ہی بہتر ہے۔

انگوٹھی پر کندہ کروانے میں حکمت یہ تھی کہ چونکہ انگوٹھی ہر وقت پہنے رہتے تھے اس لئے اس حقیقت کا استحضار رہتا تھا۔

انگوٹھی پہننے کا مسئلہ:

مرد کے لئے انگوٹھی پہننا دو شرطوں سے جائز ہے ایک یہ کہ چاندی کی ہو سونے یا کسی دوسری دھات کی جائز نہیں۔ دوسری شرط یہ کہ پانچ ماشے سے کم وزن کی ہو۔ ان دو شرطوں کے ساتھ بھی بلا ضرورت نہ پہننا بہتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء مسلمین اور ائمہ دین مہر لگانے کی ضرورت سے پہنتے تھے۔

خواتین کے لئے نہ کسی دھات کی قید ہے نہ کسی وزن کی۔ جس دھات کی چاہیں اور جتنے وزن کی چاہیں پہن سکتی ہیں۔ عام طور پر مشہور ہے کہ خواتین کے لئے انگوٹھی سونے چاندی کے سوا کسی دوسری دھات کی جائز نہیں لیکن حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور یہی راجح ہے۔ اس کی تفصیل احسن الفتاویٰ کی دسویں جلد میں ہے۔

پہلے زمانے میں مہر پر نام لکھوانا ضروری نہ تھا بلکہ اپنی خاص علامت کے لئے جو چاہتے تھے لکھوا لیتے تھے، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مہر لگانے کی انگوٹھی پر یہ الفاظ لکھوائے تھے، آپ کی بصیرت دیکھئے کہ حدیث پر عمل کرنے کا کیسا انوکھا طریقہ اختیار فرمایا۔ زبان کی حفاظت کرنا اسے ہر وقت قابو میں رکھنا چونکہ بہت مشکل ہے اس لئے اس کی یہ تدبیر اختیار فرمائی کہ اپنی مہر کی خاص علامت کے طور پر انگوٹھی پر لکھنے کے لئے اس نصیحت کا انتخاب فرمایا، انگوٹھی ہاتھ میں ہے اور ہاتھ تو ہر وقت ساتھ ہی لگا ہوا ہے جیسے ہی ہاتھ پر نظر پڑی سبق تازہ ہو گیا کہ ارے! کہو تو اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو خاموش! گویا چھوٹی سی انگوٹھی جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر انگلی پکڑ پکڑ کر کہہ رہی ہے کہ بولنا ہے تو صحیح بات بولو ورنہ خاموش رہو۔

⑬ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ مجھ پر سب سے زیادہ خوف کس چیز کا محسوس فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا: ھذا۔

(احمد، ترمذی، حاکم)

اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا: "اس کا" یعنی سب سے خوفناک اور خطرناک چیز زبان ہے اس کے فتنے سے بچو۔

⑭ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿املک علیک لسانک﴾ (احمد، ترمذی)

"اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔"

زبان کا خطرہ سب سے زیادہ ہے اس کے فساد سے ہوشیار رہو۔

(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿من صمت نجا﴾ (احمد، دارمی، ترمذی)

"جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔"

جو شخص خاموش رہنے کی عادت ڈال لے بلا ضرورت زبان نہ کھولے وہ دنیا کے تمام فسادات اور فتنوں سے بھی بچ جائے گا اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے بھی بچ جائے گا۔ دنیا و آخرت کی تمام پریشانیوں سے اور ہر عذاب سے بچنے کا گر بتادیا:

﴿من صمت نجا﴾

"جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیفیت:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گئے اور دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دیکھ کر حیران ہوئے اور پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ فرمایا کہ زبان کو تنبیہ کر رہا ہوں اس کے فسادات بہت زیادہ ہیں یہ ہر فتنہ کی جڑ ہے۔

(ابن ابی الدنیا، ابو یعلی، علل الدارمی، شعب البیہقی)

ذرا سوچئے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کتنا اونچا مقام ہے کتنا بڑا مرتبہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت میں سب سے اونچا مرتبہ آپ کا ہے، اس کے باوجود آخرت کا خوف ایسا غالب تھا کہ زبان کو پکڑ کر کھینچ رہے ہیں۔ اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ زبان کا فتنہ اس کے فسادات اور خطرات کتنی اہمیت رکھتے ہیں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا انسان بھی ان فسادات سے اپنے آپ کو مامون

نہیں سمجھتا بلکہ ان سے ڈر رہا ہے اور کانپ رہا ہے اور تنہائی میں زبان کو پکڑ کر کھینچ رہا ہے۔ جب ایسے حضرات بھی زبان کے فتنہ سے غافل نہیں تھے اور اس سے بچنے کی تدبیریں کیا کرتے تھے تو سوچئے! ہمارا کیا بنے گا۔

(۱۶) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: من یضمن لی ما بین لحییه و ما بین رجلیه اضمن له الجنة (بخاری)

جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں وہ ضرور جنت میں جائے گا دو چیزیں کیا ہیں؟ ایک تو وہ چھوٹا سا عضو جو دو جبڑوں کے درمیان ہے دوسرا جو دو رانوں کے درمیان ہے، ان دو چیزوں کی کوئی حفاظت کرلے تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ ان دونوں کی تخصیص شاید اس وجہ سے فرمائی کہ ایک تو دونوں کے فساد بہت ہیں دوسرے یہ کہ زبان کی حفاظت نہ کرنے کا نتیجہ بسا اوقات یہ نکلتا ہے کہ زبان سے انسان ایک گناہ کی بات نکالتا ہے اور وہ تجاوز کرتے کرتے شرمگاہ تک پہنچ جاتی ہے۔ زبان سے ذرا سی ایک بات کہی تھی مگر نوبت بدکاری تک پہنچ گئی مثلاً بلا ضرورت کسی غیر محرم سے بات کی اور اس کا دل پر برا اثر ہو گیا، اس لئے بات بڑھادی ایک سے دوسری بات دوسری سے تیسری بات اس طرح چلتے چلتے آخر نوبت بدکاری تک آگئی ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں لعنت از گفتار خیزد

عشق ہمیشہ بد نظری سے ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ کبھی باتیں سننے سے بھی عشق پیدا ہو جاتا ہے، صرف آواز سننے سے ہی انسان کے اندرونی جذبات ابھرتے ہیں اور عشق پیدا ہو جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے: بسا کیں دولت از گفتار خیزد۔ عشق کی دولت کبھی آواز سننے سے مل جاتی ہے۔ شاعر عشق کو دولت سے تعبیر کر رہا ہے، اس کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے کہ اس نے عشق سے مراد عشق حقیقی لیا ہو گا یعنی اللہ تعالیٰ کا عشق اس

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور اللہ والوں کا عشق۔ ان حضرات کی باتیں سننے سے ہی عشق کی آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن سننے سے اللہ تعالیٰ کا عشق دل میں پیدا ہوتا ہے۔ احادیث سننے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق پیدا ہوتا ہے اور اللہ والوں کی باتیں سننے سے بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ والوں کی باتیں ان کی جیب سے تو ہوتی نہیں وہ بھی حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول ہی کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کی باتیں سننے سے بھی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عشق پیدا ہوتا ہے پھر ان باتوں کے طفیل خود ان اللہ والوں سے بھی عشق پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کے لئے یہ دولت مقدر فرمادیں۔ مگر میں نے شعر میں دولت کو لعنت سے بدل دیا، اس لئے کہ اس وقت مضمون جو چل رہا ہے وہ اللہ کی محبت کا نہیں بلکہ عشق خبیث کا موضوع چل رہا ہے۔ زبان کی خباثتیں اور اس کے فسادات بتا رہا ہوں اس لئے شعر میں ترمیم کر کے میں نے "دولت" کی بجائے "لعنت" لگا دیا۔ مخلوق کی محبت جو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کردے، محبوب حقیقی کو ناراض کردے وہ لعنت نہیں تو اور کیا ہے یہ کوئی دولت نہیں بلکہ لعنت کا طوق ہے اس لئے میں نے شعر کو بدل کر یوں پڑھا ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں لعنت از گفتار خیزد

فضول باتیں کرنے کا وبال میں بتا رہا تھا کہ اس کے مفاسد میں سے ایک بڑا مفسدہ یہ بھی ہے کہ اس سے معاشقہ پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں دنیا و آخرت دونوں کی تباہی و بربادی کے مشاہدات ہو رہے ہیں۔

امہات المؤمنین کو ہدایت:

چونکہ یہ آواز کا مسئلہ بڑے بڑے فتنوں کا پیش خیمہ بن جاتا ہے اس لئے قرآن

مجید میں اللہ تعالیٰ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ہدایت فرماتے ہیں:

﴿فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا ○﴾ (۳۳-۳۲)

فرماتے ہیں کہ کبھی کوئی صحابی کسی دینی ضرورت سے اگر پس پردہ تم سے کوئی ضروری بات کرے یا دینی مسئلہ پوچھے تو جواب کس انداز سے دیں، فرمایا: فلا تخضعن بالقول۔ مسائل کے جواب میں کوئی ضروری بات کرنی پڑے تو آواز میں کسی قسم کی لچک نہ آنے دیں بلکہ کرخت لہجے میں بات کریں اگر آواز میں ذرا سی لچک یا نرمی آگئی تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا: فیطمع الذی فی قلبہ مرض۔ جس کے دل میں مرض ہے وہ طمع کرنے لگے گا یعنی کوئی بد نہاد منافق جس کے دل میں خباثت بھری ہے نفاق کا مرض ہے وہ عورت کی لچکدار آواز سن کر دل میں یہ لالچ کرنے لگے گا کہ شاید یہ عورت مجھے چاہتی ہے اور میری طرف مائل ہو رہی ہے۔ اس شیطانی خیال کی جڑ کاٹنے کے لئے ارشاد فرمایا: فلا تخضعن بالقول۔ آواز میں نرمی اور لچک نہ آنے دیں بلکہ کرخت لہجے میں بولیں جسے سننے والا سن کر ڈر جائے اگر وہ دو باتیں کرنا چاہتا تھا تو ایک بات کر کے ہی لوٹ جائے اور نفس و شیطان کو دخل انداز ہونے کا کوئی موقع نہ مل سکے۔ یہاں یہ سوچئے کہ یہ ہدایت کس کو دی جا رہی ہے؟ دنیا کی عام عورتوں کو نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو جن کی پاک دامنی کی اللہ تعالیٰ خود شہادت دے رہے ہیں بلکہ جن کو پاک کرنے کا خود ذمہ لے رہے ہیں:

﴿انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ○﴾ (۳۳-۳۳)

بتایئے دنیا میں ان سے بڑھ کر پاک دامن کون ہو گا؟ دوسرا شرف یہ ہے کہ وہ پوری

امت کی مائیں ہیں اس کی شہادت قرآن دے رہا ہے:

﴿النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهتهم﴾

(۳۳-۶)

نبی کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں یہ تو مسئلہ کے دو پہلو ہوئے تیسرا پہلو یہ کہ ازواج مطہرات کو گفتگو کے متعلق جو اتنی سخت ہدایت دی جارہی ہے ان کے مخاطب کون ہوتے تھے؟ کون لوگ پردہ کی اوٹ میں آکر ان سے ضروری گفتگو کرتے یا مسائل پوچھتے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کے شرف وتقدس اور بزرگی کا یہ عالم ہے کہ ملائکہ بھی ان پر رشک کریں فرمایا: رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ ان سے راضی ہونے کی اللہ نے شہادت دے دی۔ گویا دنیا میں ہی انہیں جنت کا ٹکٹ دے دیا:

﴿وکلا وعد اللّٰہ الحسنی﴾ (۵۷-۱۰)

اللہ تعالیٰ نے سب صحابہ کے ساتھ بہتری کا وعدہ کرلیا ہے تمام صحابہ کے ساتھ۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جنت کا وعدہ فقط عشرہ مبشرہ کے لئے ہے۔ ان دس صحابہ کو عشرہ مبشرہ کا لقب اس لئے دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت دے دی تھی اس لئے ان کا نام عشرہ مبشرہ پڑ گیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ جنتی ہیں سب کے سب مبشرہ ہیں مبشرہ، سب کے لئے جنت کی بشارت ہے: وکلا وعد اللّٰہ الحسنی۔ اللہ نے سب کے ساتھ بہتری کا وعدہ کرلیا ہے۔

ہاں تو بات زبان کی چل رہی تھی کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ہدایت دی گئی کہ غیر محرم سے بضرورت بات کرنی پڑے تو کرخت لہجہ اختیار کریں، میں نے اس کی تفصیل بتادی کہ یہ حکم کن کو دیا جارہا ہے؟ ازواج مطہرات کو جو نص قرآن کی رو

سے امت کی مائیں ہیں اور بات کرنیوالے کون؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو سارے کے سارے مبشرہ ہیں پھر بات کس قسم کی؟ دینی مسائل یا کوئی اہم اور ضروری بات ان سب باتوں کے باوجود حکم دیا جارہا ہے کہ جب بات کریں تو آمنے سامنے نہیں بلکہ پس پردہ کریں اور کریں بھی کس انداز سے؟:

فلا تخضعن بالقول۔ آواز میں کسی قسم کی لچک نہ پیدا ہونے دیں۔ ذرا سوچیں کہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن جن کا اتنا اونچا مقام ہے اس قدر فضائل و مناقب ہیں تو کیا وہ بھی لچکدار لہجے میں اور اس انداز سے چبا چبا کر بات کرتی ہونگی جیسے آج کل کی بے دین اور بدمعاش عورتیں کرتی ہیں جو لوگوں کو اپنی جانب مائل کرنے کے لئے انہیں پھنسانے کے لئے عجیب عجیب چالیں اختیار کرتی ہیں اپنے لباس اپنی چال ڈھال، اپنے انداز گفتگو، غرض ہر چیز سے گناہ کی دعوت دیتی ہیں تو کیا معاذ اللہ! ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی گفتگو میں دور دور تک بھی اس قسم کا کوئی احتمال تھا؟ ہرگز نہیں، پھر اشکال ہوتا ہے کہ جس چیز کے وقوع بلکہ امکان کا بھی دور دور تک کوئی احتمال اور اندیشہ نہ ہو اس سے ممانعت کا کیا فائدہ؟ آخر اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کو ایسی چیز سے کیوں منع فرمارہے ہیں جس سے وہ یکسر پاک ہیں جس کے آئندہ پیدا ہونے کا بھی کوئی احتمال نہیں؟ اس اشکال کا جواب ذرا سمجھیں اور عبرت حاصل کریں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ مرد اور عورت کی آواز میں فرق ہے، مرد کی آواز عموماً سخت اور کڑک ہوتی ہے لیکن عورت کی آواز میں قدرتی طور پر لچک اور نرمی ہوتی ہے، دوران گفتگو اس کے دل میں برائی کا کوئی خیال نہ ہو تو بھی اس کی آواز میں قدرتی لچک اور ایک کشش ہوتی ہے جو مرد کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس کے دل پر اثر انداز ہوتی ہے اس لئے قرآن یہ ہدایت دے رہا ہے کہ آپ کا دل تو پاک ہی ہے اس میں گناہ کا کوئی خیال اور وسوسہ تک بھی نہیں لیکن یہ جو قدرتی لچک اور زنانہ پن ہے دوران گفتگو اسے بھی ختم کریں اور بتکلف کرخت لہجہ اختیار کریں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ فضول گوئی یعنی بلاضرورت کوئی بات زبان سے نکال دینا کوئی معمولی گناہ نہیں بلکہ ایسی خطرناک چیز ہے کہ بسا اوقات یہ بدکاری کا پیش خیمہ بن جاتی ہے، کسی غیر محرم سے بلاضرورت ایک بات کرنا زنا کا بیج ثابت ہوتا ہے اس سے معاشقہ پیدا ہوتا ہے اور نوبت بدکاری تک پہنچ جاتی ہے اس لئے زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

مؤمنین کی صفات:

⑱ قد افلح المؤمنون ○ الذین هم فی صلاتهم خشعون ○ والذین هم عن اللغو معرضون ○ والذین هم للزکوة فعلون ○ (۲۳-۱تا۴)

فرمایا: قد افلح۔ بے شک کامیاب ہو گئے، کون کامیاب ہو گئے؟ ان کی صفات سننے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو کامیاب قرار دیں وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوتے ہیں ان کی دنیا بھی سنور جاتی ہے آخرت بھی یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کامیاب و کامران قرار دیں اور اس کی کامیابی ادھوری ہو۔ یہاں بھی یہی مراد ہے کہ بے شک دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گئے، کامیابی سے مراد دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جن کو ناکام قرار دیں تو اس سے مراد بھی دونوں جہانوں کی ناکامی اور خسارہ ہے اگر اس پر کسی کو اشکال ہو تو اس کا مفصل جواب پھر کسی موقع پر دونگا اس وقت تو زبان کے مفاسد اور اس کے فتنے بیان کر رہا ہوں۔ اب ان آیات کا مطلب سمجھ لیجئے، فرمایا: قد افلح۔ لفظ قد عربی میں تاکید کے لئے آتا ہے مطلب یہ کہ جو بات بیان کی جارہی ہے وہ یقینی ہے آگے: افلح بھی صیغہ ماضی ہے جو تحقیق و تاکید کے لئے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے بہا رحمت اور بندوں پر بے انتہاء شفقت دیکھیں کہ بندوں کو یقین دلانے اور انہیں قائل کرنے کے لئے تاکید در تاکید کے انداز میں فرما رہے ہیں کہ یقینی پھر یقینی بات ہے کہ ان آیات میں جو صفات گنوائی

جارہی ہیں ان صفات سے متصف بندے ہی دنیاو آخرت میں کامیاب ہیں، وہ بندے کون ہیں؟

﴿الذین ھم فی صلوتھم خشعون ۝﴾

وہ لوگ جو نماز خشوع سے پڑھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف پورے یکسو اور متوجہ ہو کر تمام آداب ظاہرہ و باطنہ کی رعایت رکھتے ہوئے مکمل طور پر اللہ کے بندے بن کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ کامیاب بندوں کی ایک صفت تو یہ ہوئی آگے دوسری صفت سنئے:

﴿والذین ھم عن اللغو معرضون ۝﴾

یقیناً پھر یقیناً وہی بندے کامیاب ہیں جو لغویات سے بچتے ہیں۔ آگے تیسری صفت:

﴿والذین ھم للزکوۃ فعلون ۝﴾

اللہ کے وہ بندے جو زکوۃ ہمیشہ اداء کرتے ہیں۔ فعلون اسم فاعل کا صیغہ ہے کہ ہمیشہ زکوۃ اداء کرتے ہیں کبھی اس میں غفلت نہیں کرتے۔ قرآن و حدیث میں نماز اور زکوۃ کو جگہ جگہ ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اردو میں یوں مشہور ہو گیا: نماز روزہ حج زکوۃ، زکوۃ کو روزہ اور حج کے بعد لاتے ہیں حالانکہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر ہونا چاہئے مگر اسے سب سے آخر میں لاتے ہیں۔ ایسا کہنا اگرچہ جائز تو ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترتیب بیان فرمائی ہے اس کے مطابق کہنا زیادہ بہتر ہے۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ یہ ترتیب یونہی کوئی اتفاقی بات نہیں بلکہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں اس وقت یہ حکمتیں بیان نہیں کرتا کہ موضوع دوسرا چل رہا ہے بہرحال اصل ترتیب یوں ہے۔ نماز، زکوۃ، روزہ، حج۔ آپ لوگ بھی بولنے اور لکھنے میں یہ ترتیب ملحوظ رکھیں۔ عوام چونکہ زکوۃ دینے سے بہت

ڈرتے ہیں مال خرچ کرتے ہوئے آج کے مسلمان کی جان نکلتی ہے شاید اس لئے یہ الٹی ترتیب مشہور کردی، زکوۃ کو پیچھے کردیا ورنہ اصل ترتیب تو یوں ہے: نماز، زکوۃ، روزہ، حج۔ قرآن وحدیث میں یہی ترتیب بیان کی گئی ہے عموماً نماز اور زکوۃ کو یکجا ذکر کیا گیا ہے اس لئے انہیں "قرینتان" بھی کہا جاتا ہے، قرینتان کے معنی ہیں دو ساتھی۔ چونکہ دونوں کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے اس لئے ان کا نام "قرینتان" پڑ گیا۔ اب آگے اصل نکتہ سنئے کہ یوں تو عموماً نماز اور زکوۃ کو ایک ساتھ ذکر کیا جاتا ہے لیکن یہاں اس کے خلاف کیا گیا۔ اٹھارھویں پارے کے شروع میں سورۂ مؤمنون کی ابتدائی آیتیں جو میں نے پڑھی ہیں ان میں نماز اور زکوۃ کے درمیان ایک تیسری چیز ذکر کی گئی ہے وہ یہ کہ کامیاب ہونے والے اللہ کے بندے وہ ہیں جو لغویات سے بچنے والے ہیں۔

اسی طرح دوسری جگہ قرآن مجید میں مشورے کی آیت کو نماز اور زکوۃ کے درمیان میں لایا گیا ہے یہ آیت سورۂ شوریٰ میں ہے ان دونوں مقامات میں نماز اور زکوۃ کے درمیان فاصلہ ڈالنے میں حکمت لغویات سے بچنے اور مشورہ کی اہمیت کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کرنا ہے کہ یہ دونوں چیزیں اس قدر مہتم بالشان اور لائق اعتناء ہیں کہ نماز کے بعد زکوۃ کا ذکر روک کر درمیان میں انہیں جگہ دی گئی پھر ان کے بعد زکوۃ کا ذکر کیا گیا ورنہ آپ جہاں بھی دیکھیں نماز وزکوۃ کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

مشورہ کی اہمیت وعظ "استخارہ و استشارہ" میں دیکھ لیجئے۔ لغو اور فضول گوئی سے بچنا اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی اس پر موقوف ہے۔ یہاں لغو کا مطلب بھی سمجھتے جائیے کہ ہر وہ کام اور کلام جس کا نہ کوئی دنیوی فائدہ ہو نہ اخروی، عقلمند انسان تو اپنی آخرت کو مدنظر رکھتا ہے اگر کسی کام میں آخرت کا فائدہ نہ ہو تو کم از کم دنیا کا فائدہ ہی سوچ لے لیکن جس میں کسی قسم کا فائدہ نہ ہو دنیا کا نہ آخرت کا تو یہ فضول اور لغو ہے۔ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس سے اعراض کرے اور دور رہے یہ اتنا بڑا گناہ ہے جس کی اہمیت جتانے کے لئے اللہ نے نماز اور زکوۃ کے درمیان

اسے بیان فرمایا۔

معیاری مسلمان:

لغو اور لایعنی سے بچنے کی تاکید کے بارے میں یہ تو قرآن کا بیان تھا آگے حدیث بھی سن لیجیے:

⑲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿من حسن اسلام المرء ترکہٗ مالا یعنیہ﴾ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

اسلام کا دعویٰ تو بہت لوگ کرتے ہیں لیکن یہ کیسے معلوم ہو کہ اس مدعی کا اسلام اللہ کی نظر میں پسندیدہ بھی ہے یا نہیں؟ اس حدیث میں اس کا معیار بیان فرما دیا کسوٹی بتادی کہ پرکھ کر ہر شخص خود فیصلہ کرلے کہ اس کا اسلام اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ ورنہ اسلام کا دعویٰ تو ہر شخص کرتا ہے ۔

وکل یدعی وصلاً بلیلی
ولیلی لا تقر لھم بذاکا

لیلیٰ سے عشق کے دعوے تو سب ہی کرتے ہیں مگر ذرا لیلیٰ سے بھی تو پوچھو کہ وہ بھی ان دعووں کو مانتی ہے یا نہیں؟ ایسے گھر بیٹھے دعوے کرنا تو آسان ہے یہی حال عشق مولیٰ کا ہے کہ اللہ سے عشق و محبت کے دعوے تو ہر شخص کرتا ہے جو شخص بھی کلمہ گو اور مسلمان ہے اسے اللہ سے عشق کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا عاشق ہے مگر ذرا مولیٰ سے بھی تو پوچھیں کہ وہ کیا کہتا ہے؟ سورۃ العنکبوت کے شروع کی آیات بار بار بتاتا رہتا ہوں ان میں معیار بیان کیا گیا ہے کہ کس کا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہے اس کی تفصیل وعظ ''ایمان کی کسوٹی'' میں دیکھ لیں۔

حدیث میں معیار بتادیا گیا کہ انسان کے اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ لایعنی کام و

کلام چھوڑ دے، بس یہ ہے معیار جس مسلمان کو دیکھیں کہ اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے ایسی فضول باتوں سے احتراز کرتا ہے جن میں اسے دین ودنیا کا کوئی فائدہ نہیں تو سمجھ لیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے اور یہ اپنے دعوائے اسلام میں سچا ہے مگر ایسے مسلمان تو کہیں خال خال ہی ملتے ہیں۔ عام لوگوں کی حالت کیا ہے؟ بیکار باتوں کے بغیر ان کا وقت ہی نہیں گزرتا، یہ گناہ گویا ان کی غذاء بن چکا ہے، جس کے بغیر وہ زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔

جھوٹوں کا بادشاہ:

یہ اپریل فول نہ جانے کیا لعنت ہے؟ سنا ہے یہ انگریزوں کے جھوٹ بولنے کا دن ہے یوں تو جھوٹ بولتے ہی ہیں ان کا مذہب ہی جھوٹ کا مجموعہ ہے مگر یہ اپریل فول سنا ہے جھوٹ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اس میں جھوٹ بولنے کا مقابلہ کرتے ہیں کہ جس قدر جھوٹ بول سکتے ہو آج بول لو۔ کہتے ہیں اس دن جھوٹ بولنے کا مقابلہ ہوا ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کسی نے کہا میں نے ہاتھی کو لوٹے میں بند کر دیا کسی نے اس سے بھی بڑھ کر جھوٹ بولا مگر تمام جھوٹوں میں اول نمبر وہ شخص آیا اور تمام جھوٹوں کا بادشاہ قرار پایا جس نے کہا کہ میں نے ایک جگہ دو عورتیں دیکھیں اکٹھی بیٹھی تھیں مگر تھیں خاموش ایہ اول نمبر قرار پایا اس کو انعام بھی ملا ہو گا کہ اس نے اتنا بڑا جھوٹ بول دیا جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ عورتیں کہیں مل کر بیٹھیں اور خاموش رہیں؟ یہ تو ناممکن ہے۔ تو یہ پہلے زمانہ کی بات ہے آج کل کے مردوں کا بھی یہی حال ہے۔ کہیں مرد مل بیٹھیں اور خاموش رہیں یہ ناممکن ہے اور ایسی بات کہنے والا بھی اول نمبر کا جھوٹا ہو گا۔ آج کل کے مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔ مردوں نے خصلتیں تو عورتوں والی اختیار کر ہی لی تھیں، شکل وصورت کا جو قدرتی فرق تھا وہ بھی انہوں نے ڈاڑھی منڈا کر ختم کر دیا۔ اب معاملہ صاف ہو گیا صورت بھی عورتوں کی سیرت بھی

عورتوں کی دونوں میں کوئی فرق نہیں رہا، تومن شدی من توشدم۔ اس شخص کو کافی سوچ بچار کے بعد یہ جھوٹ سوجھا ہو گا مگر اب یہ امتحان آسان ہو گیا ہے اس میں کامیاب ہونا بلکہ اول آنا کوئی مشکل نہیں رہا اگر آپ بھی خدا نخواستہ اپریل فول کے مقابلہ میں کبھی شریک ہوں اور یہ کہہ دیں کہ میں نے دو مردوں کو ایک جگہ خاموش بیٹھے دیکھا تو آپ بھی اول آجائیں گے۔ آج کے دور میں یہ ممکن ہی نہیں کہ لوگ خاموش بیٹھ سکیں جہاں کہیں بیٹھیں گے کچھ نہ کچھ بولتے ہی رہیں گے زبان چلتی ہی رہے گی۔ کان کھول کر سن لیجئے اگر آپ مسلمان ہیں اور یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کا اسلام اللہ کے ہاں قبول ہے یا نہیں؟ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہیں یا نہیں؟ تو خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ معیار پر لاکر پرکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معیار ارشاد فرمایا ہے کہ لغو کلام اور کام سے مکمل احتراز کیجئے۔ اگر آپ کی زبان فضول اور لغو گوئی سے پاک ہو گئی تو آپ کا اسلام پسندیدہ ہے اس پر شکر ادا کیجئے ورنہ آپ اسلام کے ہزار دعوے کریں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں یہ پرکھنے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہیں یا ناراض؟ یہ معیار بیان کیا گیا:

(۲۰) علامۃ اعراضہ تعالی عن العبد اشتغالہ بما لا یعنیہ (مکتوبات امام ربانی)

بندہ سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ ایسے کام یا کلام میں مشغول ہو جائے جس میں اس کا نہ دنیا کا فائدہ ہو نہ دین کا فائدہ۔ کسی کو اس طرح لایعنی میں مشغول دیکھیں تو سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہیں اور یہ لایعنی میں اشتغال اس پر اللہ کا عذاب ہے اگر اللہ تعالیٰ راضی ہوتے تو یہ اس قسم کا بے فائدہ کلام یا کام کبھی نہ کرتا۔ اتنی سخت وعیدیں اس پر وارد ہیں اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائیں۔

عقلمند لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تعریف کی ہے کہیں انہیں اولوا النھی فرمایا ہے کہیں اولوا الالباب اور کہیں اولوا الابصار معنی سب کے ایک ہی

ہیں: "عقل والے فہم وشعور والے" عقلاء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جیسے جیسے انسان کی عقل کامل ہوتی جاتی ہے اس کا کلام کم ہوتا جاتا ہے۔ دونوں کا آپس میں مقابلہ ہے عقل جوں جوں بڑھے گی کلام گھٹتا جائے گا جس کا کلام زیادہ ہوگا اس میں عقل کم ہوگی۔ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔ بچوں میں چونکہ عقل کم ہوتی ہے اس لئے بولتے بہت زیادہ ہیں اور یہی حال عورتوں کا ہے ان کی کم عقلی تجربہ و مشاہدہ کے علاوہ حدیث سے بھی ثابت ہے۔ اسی لئے یہ باتیں بہت زیادہ کرتی ہیں۔ اسی طرح پاگلوں کو دیکھ لیجئے ان میں عقل کی ہی کمی نہیں بلکہ یہ عقل سے عاری ہیں اس لئے ان کی زبان سب سے زیادہ چلتی ہے، ہروقت بولتے ہیں اور بولتے ہی چلے جاتے ہیں کوئی سنے نہ سنے جواب دے نہ دے لیکن ان کا کام ہے بولتے چلے جانا اس لئے عقلاء کا یہ فیصلہ بالکل بجا اور درست ہے کہ جوں جوں عقل کامل ہوتی ہے بولنا کم ہو جاتا ہے ۔

اذاتم عقل المرء قل کلامه
فایقن بحمق المرء ان کان مکثرا

جس انسان کو زیادہ بولتے دیکھو اس کے احمق ہونے کا یقین کرلو۔ عقل مند ہوتا تو زیادہ بک بک نہ کرتا صرف ضرورت کی حد تک گفتگو کرتا مگر حماقت سر پر سوار ہے جو اسے چپ نہیں بیٹھنے دیتی بولنے پر مجبور کررہی ہے ۔

النطق زین والسکوت سلامة
فاذا نطقت فلاتکن مکثارا
ما ان ندمت علی سکوتی مرة
ولقد ندمت علی الکلام مرارا

نعمت گویائی:

قوت گویائی گو ایک نعمت ہے مگر عافیت اور سلامتی خاموش رہنے میں ہے۔ لہٰذا

جب گفتگو کرو تو ضرورت کی حد تک بولو، بہت باتونی مت بنو۔ قوت گویائی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، نعمت کا حق یہ ہے کہ اس پر شکر اداء کیا جائے اور اسے صحیح طریقے سے خرچ کیا جائے۔ یہاں تین چیزیں ہیں ایک ہے شکر نعمت دوسری ہے اسراف اور تیسری چیز ہے تبذیر۔

❶ شکر نعمت تو یہ ہے کہ جہاں استعمال کا موقع ہو وہاں نعمت کو استعمال کیا جائے اگر موقع پر بھی نعمت کو استعمال نہ کرے گا تو یہ ناشکری ہوگی۔ ضرورت کے وقت بھی خاموش رہنا غلط ہے بوقت ضرورت بقدر ضرورت بولنا چاہئے۔ ہر شخص کی ضرورت اس کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہے مثلاً اگر کوئی ٹھیلے پر پھل وغیرہ بیچتا ہے تو اگر وہ پورا دن بھی پھل فروخت کرنے کے لئے آواز لگاتا رہے تو یہ اس کی ضرورت میں داخل ہے لیکن ایسے لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنا چاہئے:

دست بکار و دل بیار

یعنی ہاتھ تو کام میں مصروف ہیں اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے۔

❷ ضرورت کے موقع پر بولتا تو ہے مگر ضرورت پر اکتفاء نہیں کرتا ضرورت سے زیادہ بولتا ہے۔ ضرورت دو باتوں کی تھی مگر اس نے چار کہہ دیں تو یہ اسراف ہے۔ ضرورت سے زائد گفتگو اگرچہ جائز قسم کی ہو کوئی گناہ کی بات نہ ہو تو بھی اسراف میں داخل ہے۔ یہ بات تو یونہی سمجھانے کے لئے میں نے کہہ دی ورنہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ مسرف اور باتونی گناہ کی بات کرنے سے بچ جائے اور اس کی ساری باتیں جائز ہی ہوں۔ جب زبان چلتی رہے گی تو جائز ناجائز ہر قسم کی باتیں کرتا ہی چلا جائے گا، کبھی غیبت، کبھی چغلی، کبھی بے جا الزام تراشی غرض جو کچھ ذہن میں آئے گا بکتا ہی چلا جائے گا، زیادہ بولنے کی وجہ سے اس کو سوچنے کا موقع نہ ملے گا بلکہ پتا بھی نہ چلے گا کہ کیا کچھ بولتا جا رہا ہے۔ اسراف کی حد میں داخل ہونے کے بعد یہ ناممکن ہے کہ اس کی ساری گفتگو جائز باتوں تک محدود رہے اور ناجائز سے بچ جائے۔

۱۳ تبذیر ایسی گفتگو کو کہتے ہیں جس کا کوئی موقع اور جواز نہ ہو، گناہ کی بات کرنا تبذیر ہے۔ تبذیر کتنا بڑا جرم ہے اس کا اندازہ قرآن کی اس وعید سے کیجئے:

﴿ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین و کان الشیطن لربه کفورا﴾ (۱۷-۲۷)

تبذیر اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کے مرتکب شیطانوں کے بھائی ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ شیطان کے بھائی ہیں بلکہ: اخوان الشیطین۔ فرمایا کہ یہ لوگ شیاطین کے بھائی ہیں صرف ایک شیطان نہیں بلکہ جتنے یہ ہیں اتنے ہی ان کے ساتھ شیطان لگے ہوئے ہیں۔ شیطان کے بھائی انہیں کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ شیطان نے بھی عقل میں تبذیر سے کام لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو یہ سن کر تمام فرشتے تو سجدہ میں گر گئے لیکن شیطان نے اپنی عقل دوڑائی حالانکہ عقل ہر جگہ کام نہیں دیتی۔ اس میں اعتدال بھی ہوتا ہے، افراط بھی اور تفریط بھی اس کی تفصیل پہلے سورۂ فاتحہ میں: اهدنا الصراط المستقیم۔ کی تفسیر کے تحت بیان کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے پہچاننے میں اللہ تعالیٰ کے وجود میں اور اللہ تعالیٰ کی توحید میں عقل کا استعمال کرنا اعتدال ہے ایسے موقع پر عقل کا استعمال کرنا ضروری ہے لیکن اس سے آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام میں عقل کا استعمال کرنا جائز نہیں۔ یہ عقل کا بے موقع استعمال اور تبذیر ہے۔ شیطان کو اللہ تعالیٰ کے وجود کا بلکہ اس کے احکم الحاکمین ہونے کا بھی پورا یقین تھا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنی عقل کی دوڑ شروع کر دی کہ میں تو آدم سے افضل ہوں اسے آپ نے مٹی سے پیدا کیا اور مجھے آگ سے پیدا کیا۔ آگ کا مرتبہ تو مٹی سے زیادہ ہے آگ بھڑکتی ہے شعلہ زن ہو کر اوپر کو جاتی ہے مٹی میں یہ خاصیت نہیں وہ تو اوپر سے نیچے کو آتی ہے میں اعلیٰ ہوں اور آدم مجھ سے ادنیٰ ہے آپ نے اعلیٰ کو حکم دے دیا کہ ادنیٰ کے سامنے جھک جائے یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ دیکھئے عقل کی تبذیر کا وبال کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بحث کر رہا ہے کہ ان کے حکم کے مقابلہ میں اپنی

حکمت اور فلسفہ بگھار رہا ہے۔ یہی حال آج کل کے بے دین لوگوں کا ہے۔ یہ جو اسکول، کالج کا مسموم طبقہ ہے یہ بھی ہر جگہ عقل کے گھوڑے دوڑاتا ہے اور شرعی مسائل میں حکمتیں تلاش کرتا ہے کہ یہ چیز جائز کیوں ہے اور یہ ناجائز کیوں ہے؟ شیطان کے انجام سے عبرت حاصل کیجئے اس نے عقل میں تبذیر سے کام لیا تو نتیجہ یہ کہ قیامت تک کے لئے مردود ہو گیا۔ اسی طرح جو لوگ دوسری نعمتوں میں تبذیر کرتے ہیں کسی نعمت کا بے موقع استعمال کرتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ یہ شیطانوں کے بھائی ہیں جو کام شیطان نے کیا وہی کام یہ بھی کر رہے ہیں۔ قوت گویائی نعمت ہے اور زینت ہے۔ اس نعمت کی ناقدری نہ کریں بے موقع نہ بولا کریں۔ موقع پر بولیں اور سوچ سمجھ کر بولیں کام کی بات کریں۔ یہ گویائی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اگر اس میں تبذیر کی بے موقع بولنے لگے تو سوچیں اللہ تعالیٰ کو اگر غصہ آگیا ناراض ہو کر انہوں نے اپنی نعمت چھین لینے کا فیصلہ کر لیا مثلاً گونگا کر دیا یا زبان میں کینسر کی بیماری لگا دی تو کیا بنے گا؟ اس بات کو سوچیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کریں اتنی بڑی نعمت کو ضائع کر رہے ہیں۔

بسیار گوئی کا نقصان:

آگے سمجھانے کے لئے شاعر نے اپنا تجربہ بھی بتایا ہے اور یہ حالت ہر شخص پر گزرتی ہے ؎

ما ان ندمت علی سکوتی مرۃ
ولقد ندمت علی الکلام مرارا

اپنے حالات کو سوچیں اور نصیحت پکڑیں۔ شاعر اپنا تجربہ بتا رہا ہے کہ میں خاموش رہنے پر تو کبھی بھی نادم نہیں ہوا کہیں خاموش رہا ہوں اور پھر بعد میں ندامت محسوس کی ہو کہ کیوں خاموش رہا؟ ایسا تو کبھی نہیں ہوا ہاں اس کا الٹ ضرور ہوا اور کئی بار ہوا وہ

کیسے؟ ع

ولقد ندمت علی الکلام مرارا

بولنے پر کئی بار ندامت اور خفت اٹھانی پڑی۔ ایک بار نہیں بلکہ کئی بار، کئی بار، مثلاً بیوی سے جھگڑ کر اسے طلاق دے دی اب پریشان اور پشیمان کہ ہائے! یہ کیا کر بیٹھا۔ طلاقیں بھی کم از کم تین دیتے ہیں تاکہ ندامت پر ندامت ہوتی رہے مگر رجوع کی کوئی صورت نہ رہے۔ اسی طرح کسی نے کوئی بات خلاف طبع کہہ دی تو اس کو گالی دیدی۔ جواباً اس نے ٹھکائی لگادی تو اب پھر شرمسار اور پریشان۔ یہ تو دنیوی پریشانیاں ہیں جبکہ زبان کی وجہ سے آخرت کا عذاب تو بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائیں۔ غرض بولنے پر تو پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں ہر شخص خود اپنا تجزیہ کرلے اپنے حالات میں غور کرے لیکن خاموش رہنے پر کبھی کسی کو ندامت نہیں ہوئی کبھی آپ کی زبان سے یہ نہیں نکلا ہوگا نہ کسی اور کو یہ کہتے سنا ہوگا کہ میں فلاں موقع پر خاموش رہا اس لئے میرا اتنا اتنا نقصان ہوگیا اس لئے اپنی خاموشی پر پچھتا رہا ہوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا اس کے برعکس آپ نے بولنے پر بارہا نقصان اٹھایا ہوگا، شرمندگی اٹھائی ہوگی۔ دنیا کے اکثر نقصان اور لڑائی جھگڑے بولنے پر ہو رہے ہیں۔ خاموشی میں کوئی نقصان نہیں بلکہ اس میں سلامتی ہے ہاں اگر آپ کو بولنا ہی ہے خاموش نہیں رہا جاتا بولنے کے لئے بے تاب ہیں تو دین کی بات کیجئے اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچایئے۔ اس کے نتیجے میں اگر بظاہر نقصان ہوگیا کسی نے پٹائی بھی کردی تو یہ ندامت کی بات نہیں بلکہ فخر کا مقام ہے۔ اس ظاہری نقصان اور ذرا سی سبکی پر بہت بڑا اجر ہے۔ بولنا ہی ہے تو ایسے موقع پر بولئے لیکن یہ کیا کہ مسلمان دنیا کی لغو اور بے کار باتیں کر کر کے تو بار بار ندامت اٹھائے کہ کاش میں نے یہ بات نہ کہی ہوتی، کاش میں نے یہ کام نہ کیا ہوتا مگر دین کے معاملے میں اور بالخصوص اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں دیکھ دیکھ کر خاموش رہے۔ شریعت کے احکام ٹوٹتے رہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں سرعام کی جائیں مگر یہ ٹس سے مس نہ ہو اور گونگا

شیطان بن کر دکھا رہا ہے۔ زبان کو فضول گوئی سے بچانے کے لئے کچھ نسخے بتاتا ہوں انہیں یاد کرلیں اور بار بار سوچا کریں۔

فضول گوئی سے بچنے کے نسخے:

پہلا نسخہ:

دنیا بھر کے حکماء، فلاسفہ، سائنسدانوں، دانشوروں اور دماغی ڈاکٹروں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ زیادہ بولنے والا احمق اور بے وقوف ہے۔ خود بھی زیادہ باتوں سے بچیں خاموشی کی عادت ڈالیں اور کوئی دوسرا شخص آپ کے سامنے زیادہ باتیں کرنے لگے تو اسے بھی بتادیں کہ بھائی! دنیا بھر کے عقلاء کا یہ اجماعی فیصلہ ہے کہ زیادہ بولنا اور زبان چلانا کوئی عقلمندی نہیں بلکہ فتور عقل اور حماقت کی علامت ہے لہٰذا آپ ایسی حماقت نہ کریں۔ وہ پھر بھی باتوں سے باز نہ آئے تو اسے خیر خواہانہ مشورہ دیجئے کہ آپ مریض ہیں دماغ کے کسی اسپیشلسٹ ڈاکٹر سے اپنا علاج کروائیے۔ بیچارہ مریض ہے مریض سے اظہار ہمدردی تو کرنا ہی چاہئے۔

دوسرا نسخہ:

اس حقیقت کو بار بار سوچا کریں کہ دنیا میں کبھی بھی کسی انسان کو خاموش رہنے پر کسی قسم کی ندامت نہیں ہوئی۔ اس بارے میں اپنے حالات کو بھی سوچا کریں۔ دوسروں کے حالات بھی دیکھیں۔

ایک بار میں اپنے بیٹے کے ساتھ بازار کسی کام سے گیا۔ وہ کہنے لگے کہ میں اپنی گاڑی بیچنا چاہتا ہوں یہاں دلال رہتے ہیں ذرا ان سے بات کرتے جائیں۔ دلالوں کے سامنے جا کر گاڑی روک دی وہ آگئے اور کچھ دام بتائے مگر یہ دام ان کے اس اندازہ سے کم تھے جتنے میں یہ فروخت کرنا چاہتے تھے، ذہن میں ایک اندازہ لگا کر گئے تھے کہ

اتنے میں گاڑی بک جائے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس آجائیں گے۔ انہوں نے کم دام بتائے اس کے بعد بولنا شروع ہو گئے کہ ہاں بولیں آپ کتنے میں دیں گے؟ مگر یہ خاموش وہ پھر بولے ارے کچھ تو بتاؤ کچھ بولو تو سہی مگر یہ بالکل خاموش گویا سن ہی نہیں رہے بس ایک دو منٹ ٹھہرے۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کی اور واپس چلے آئے اگر یہ بھی بولنے لگتے کہ اتنے دام دو وہ کہتے نہیں اتنے لے لو۔ یہ کہتے نہیں اتنے دو خواہ مخواہ ایک دوسرے کا دماغ کھاتے رہتے اور وقت بھی ضائع ہوتا لیکن ان لوگوں کی زبان سے پہلی بات سن کر ہی انہیں اندازہ ہو گیا کہ یہ سودا بنتا نظر نہیں آتا۔ اس لئے بس ایک دو منٹ ہی ٹھہرے اور وقت ضائع کئے بغیر وہاں سے چل دیئے اس قصہ کو کئی سال گزر گئے مگر جیسے میں نے پہلے بتایا کہ عبرت کی بات خواہ کسی شخص سے مل جائے وہ دیندار ہو یا بے دین بلکہ احمق ہی کیوں نہ ہو اس کی بات مجھے یاد رہتی ہے۔ اپنے بیٹے کا یہ انداز مجھے بہت پسند آیا اب بھی کبھی کبھی میں انہیں شاباش دے دیتا ہوں کہ اس دن بہت اچھا کیا آپ نے، کچھ بولتے تو اپنا دماغ بھی کھپاتے میرا وقت بھی ضائع کرتے۔ اچھا کیا کہ خاموشی سے چل دیئے۔

انسان بول کر بارہا شرمندہ ہوتا ہے مگر خاموش رہنے پر کبھی شرمندگی نہیں ہوتی بلکہ خوشی ہی ہوتی ہے کہ اچھا ہوا میں اس موقع پر خاموش رہا ورنہ اتنا نقصان ہوتا ایسی شرمندگی ہوتی۔

تیسرا نسخہ:

تیسرے نمبر پر ایک قصہ یاد کر لیجئے اس میں بھی غور کریں اور نسخہ کے طور پر اسے استعمال کریں۔ کہتے ہیں کسی شہزادہ نے کہیں خاموشی کے فوائد اور بولنے کے نقصان پڑھ لئے لہٰذا اس نے تہیہ کر لیا کہ ہمیشہ خاموش رہوں گا اور کبھی نہیں بولوں گا۔ بادشاہ کو جب پتا چلا کہ شہزادہ کی بول چال بند ہو گئی چوبیس گھنٹے سکوت ہی سکوت طاری ہے

تو بہت فکر مند ہوا اور علاج کا حکم دیا، بڑے بڑے نامور اطباء بلائے گئے۔ انہوں نے علاج کیا مگر بے سود، پھر سوچا شاید کسی نے جادو کر دیا یا چڑیل لگ گئی، کوئی بھوت سوار ہو گیا۔ لہٰذا عامل بلائے گئے انہوں نے ہر قسم کے تعویذ گنڈے ٹوٹنے ٹوٹکے کر کے دیکھ لئے مگر شہزادہ اب بھی بول کر نہ دیا۔ بادشاہ کی تشویش اور بڑھی جب سارے علاج ناکام ہو گئے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو آخری علاج یہ سوجھا کہ اپنے ماحول سے دور کہیں پہاڑوں، جنگلوں کی طرف اسے لے جاؤ اور تفریح کراؤ شاید آب و ہوا کی تبدیلی سے اس کی زبان کھل جائے یا شکار کھیلنے سے اس کی طبیعت کھل جائے اور خوش ہو کر کوئی بات کرلے جیسے آج کل لوگوں نے عورتوں کا بھی یہی علاج شروع کر دیا ہے، عجیب زمانہ آگیا ہے، بے دینی کی نحوست سے عقلوں پر پردے پڑ گئے ہیں۔ عورتیں تو ہیں ہی پاگل مگر خاوندان سے بڑھ کر پاگل۔ عورت کو ذرا سی تکلیف ہو جائے یا یونہی مکر کرنے لگے تو اس کی صحیح تشخیص اور علاج کی بجائے عورتوں کو تفریح کرواتے ہیں گھر سے نکالو دور دراز تفریح کرواؤ، سیر سپاٹے سے طبیعت بحال ہو جائے گی یہ کون سا علاج ہوا؟ اس بے پردگی اور بے حیائی سے تو اس کا دماغ اور خراب ہو گا۔ وہ تو بار بار یہی کہے گی میں بیمار ہوں مجھے اور تفریح کرواؤ۔

شہزادے کو لے گئے تفریح کے لئے جنگل میں چلتے ہوئے کسی طرف سے تیتر کی آواز آئی۔ شکاری نے فوراً نشانہ لگایا اور اسے مار گرایا۔ اب شہزادہ بولا: "اور بول" مطلب یہ کہ چکھ لیا بولنے کا مزا ذرا اور بول۔ بس پھر خاموش، وہ لوگ سمجھ گئے کہ یہ تو مکار ہے جان بوجھ کر نہیں بولتا بادشاہ کو بھی غصہ آگیا اور اس نے حکم دے دیا کہ اس کی پٹائی لگاؤ اسے کوئی عذر نہیں بلکہ یہ مکار ہے سب کو خواہ مخواہ پریشان کر رکھا ہے لگاؤ اس کی پٹائی دیکھیں کیسے نہیں بولتا۔ یہ سنتے ہی کارندوں نے اسے مارنا شروع کر دیا جب کافی مار لگ چکی تو پھر بولا: "ایک بار بولنے پر تو اتنی مار کھائی دوبارہ کبھی بولا تو تیرا کیا بنے گا" بس یہ کہتے ہی پھر خاموش، مار پڑتی رہی لیکن وہ دوبارہ کبھی بول کر نہ دیا۔

خاموشی اختیار کرنے کا یہ تیسرا نسخہ ہے اور بڑا عجیب نسخہ ہے اسے سوچا کریں ہونا تو یہ چاہئے کہ جو بسیار گوئی کے مریض ہیں کسی طرح خاموش نہیں ہوتے. ان کی بھی کوئی ٹھکائی لگانے والا ہو ہر وقت درہ لے کر کھڑا رہے جیسے ہی بک بک شروع کریں درہ سر پر برسانا شروع کر دے مگر یہاں کوئی ٹھکائی لگانے والا تو ہے نہیں اس لئے یہ مریض ٹھیک نہیں ہوتے اور بولتے چلے جاتے ہیں۔

چوتھا نسخہ:

یہ بات خوب سمجھ لیں کہ انسان کے قلب میں جس چیز کی محبت ہوتی ہے اسی کا ذکر زبان پر ہوتا ہے اور جس کا ذکر زبان پر ہوتا ہے اس کی محبت قلب میں بڑھتی جاتی ہے۔ جب دنیا کی باتیں ضرورت سے زیادہ کریں گے تو اس سے دنیا کی محبت دل میں بڑھے گی۔ ایک بار حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ کی خانقاہ میں کچھ لوگ دنیا کی برائی کی باتیں کر رہے تھے آپ نے انہیں ڈانٹ کر فرمایا کہ اے دنیا کے عاشقو! یہاں سے نکل جاؤ۔ کسی نے کہا کہ یہ تو دنیا کی برائی کر رہے تھے تو فرمایا کہ دل میں دنیا کی محبت ہے جبھی تو اس کا ذکر زبان پر آیا۔ جس کی محبت دل میں ہو موقع بے موقع اس کا ذکر زبان پر آجاتا ہے خواہ بصورت ذم ہی کیوں نہ ہو۔ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے اس لئے جب بھی زبان فضول گوئی کا تقاضا کرے تو یہ سوچا کریں کہ اس میں آپ کا کتنا نقصان ہے۔

نہی عن المنکر کا فائدہ:

آپ خود بھی ان نسخوں پر عمل کریں اور انہیں آگے دوسرے لوگوں تک بھی پہنچانے کا اہتمام کریں، آگے پہنچانے کے بہت سے فائدے ہیں، مثلاً:

❶ آپ نے اپنا فرض اداء کیا۔

۲ جب آپ بات آگے پہنچائیں گے تو دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ ہوگا اس میں آپ کا بھی دینی فائدہ ہے کہ آپ کو ثواب ملے گا۔

۳ جیسے جیسے دین کی باتیں آگے پہنچیں گی اور معاشرہ سدھرتا جائے گا سب کے لئے دین پر قائم رہنا آسان ہو جائے گا، مثلاً دین کی یہی بات لے لیں کہ آپ نے اپنے ماحول میں سب لوگوں کی یہ ذہن سازی کر دی کہ فضول گوئی کے اتنے اتنے نقصان ہیں خاموشی کے یہ یہ فوائد ہیں۔ جب سب کا ذہن بنا دیا اور سب نے طے کر لیا کہ ہم اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کریں گے تو آپ کے لئے اور دوسرے تمام ملنے والوں کے لئے شریعت کا یہ حکم آسان ہو گیا۔ جب بھی کوئی ملے سلام کے بعد مختصر سے الفاظ میں خیریت پوچھی اور تسبیح نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی چونکہ دوسرے کا بھی ذہن بنا ہوا ہے وہ بھی یہی کرے گا۔ فضول باتوں کی بجائے ذکر میں لگ جائے گا۔ تیسرا بھی یہی کرے گا غرض تمام اہل مجلس اس گناہ سے بآسانی بچ جائیں گے۔ سب کے لئے دین پر چلنا آسان ہو گیا۔

۴ جتنی بار آپ یہ بات کریں گے آپ میں زیادہ مضبوطی پیدا ہوگی۔ ایک بار بات سن لی کان میں پڑ گئی تو یہ سبق کا پہلا مرحلہ ہے پھر جب اسے زبان پر لائے اور دوسروں تک پہنچائی تو سبق پختہ ہو گیا۔ پھر آگے جتنی بار دہراتے جائیں گے اتنی ہی پختگی اور مضبوطی پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

آگے پہنچانے کے اتنے فائدے ہیں اس لئے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک یہ باتیں پہنچائیں اگر عین وقت پر پہنچا دیا کریں تو زیادہ فائدہ ہوگا کسی کو بیکار باتوں میں مشغول دیکھیں اور مناسب طریقے سے ٹوک دیں تو اس کا فائدہ زیادہ ہوگا، سننے والے کو بھی کہ بروقت انجکشن لگ گیا اور مرض کا علاج ہو گیا۔ ٹوکنے والے کو بھی فائدہ کہ بروقت اس نے نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا۔ اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت فرما رہے ہیں:

﴿یابنی اقم الصلوۃ وامر بالمعروف و انہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک ان ذلک من عزم الامور۝﴾ (۳۱-۱۷)

بیٹے کو پیار کے انداز میں نصیحت فرمارہے ہیں کہ میرے برخوردار! میرے پیارے بچے! نماز پابندی سے پڑھو، لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو، برائیوں سے روکتے رہو۔ جہاں تک نماز قائم کرنے اور بھلائی کا حکم کرنے کا معاملہ ہے یہ دونوں کام نسبۃً آسان ہیں اس لئے ان کے ساتھ مزید کوئی ہدایت نہیں دی لیکن تیسرے نمبر پر جو نصیحت فرمائی: وانہ عن المنکر۔ یہ بہت مشکل کام ہے، جب کوئی نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے گا تو خطرات میں گھر جائے گا لوگ اس کے دشمن بن جائیں گے۔ اس لئے تیسری نصیحت کے بعد متصل چوتھی نصیحت بھی فرمادی: واصبر علی ما اصابک۔ کہ نہی عن المنکر کے نتیجے میں جو تکلیف اور مصیبت پہنچے اس پر صبر کیجئے۔ جیسے ہی آپ لوگوں کو گناہوں پر ٹوکیں گے انہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنّم سے بچانے کی کوشش کریں گے وہ آپ کے مخالف اور دشمن بن جائیں گے آپ کتنی ہی خیر خواہی اور دوستی کا ثبوت دیں مگر وہ نادان اپنے دوست کو دشمن ہی تصور کریں گے اسے طرح طرح کی ایذائیں دیں گے بلکہ جان کے درپے ہوں گے، اس لئے فرمایا: واصبر علی ما اصابک۔ کہ ان کی تمام ایذارسانیوں پر صبر و تحمل کیجئے، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیجئے اور اپنا فرض اداء کرتے چلے جایئے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی اللہ کا بندہ نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے اور لوگوں کی ایذاءرسانی سے محفوظ رہے۔

بہرحال جہاں کہیں منکر دیکھیں حسب موقع بات کہہ دیا کریں اور اگر آپ ڈرتے ہیں تو زیادہ بحث مباحثہ نہ کریں ایک بار کہہ دیا کریں کہ یہ گناہ ہے اپنا فرض اداء کردیں ایک بار بات تو چلادیں آگے بحث نہ کریں بس ایک بار کہہ کر فرض سے سبکدوش ہوگئے آگے مزید بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں مگر قصہ یہ ہے کہ آج کا مسلمان حق کی بات کہتے ہوئے بھی ڈرتا ہے یہ سوچ سوچ کر حق بات کہنے سے رک جاتا ہے کہ فلاں عزیز

یا دوست کو حق بات کہہ دی تو وہ ناراض ہو جائے گا، بیگم کو پردے کا کہہ دیا تو وہ بگڑ جائے گی اگر دوست ناراض ہو گئے رشتہ داروں نے رخ پھیر لیا تو اس کا کیا بنے گا؟ اگر خدانخواستہ بیگم بگڑ گئی تو زندہ کیسے رہے گا۔ بس یہ سوچ سوچ کر گھلتا رہتا ہے اور حق بات کہنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی اتنی محبت بھر دے جو دنیا بھر کی محبتوں پر، دنیا بھر کے تعلقات پر غالب آجائے، اپنی محبت کی ایسی چاشنی عطاء فرما جس کے سامنے پوری دنیا کا خوف، دنیا بھر کی طمع اور لالچ فناء ہو جائے، یا اللہ! اپنی رحمت سے ایسی محبت عطاء فرمادے۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد
وعلی الہ وصحبہ اجمعین
والحمدللہ رب العلمین